ماہنامہ
بقیع
کراچی
135
إتحافُ الأنامِ بِأوّلِ مولدٍ فى الإسلامِ
اسلام کی تاریخ
میں سب سے پہلا
میلاد شریف
مؤلف
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع حمیری
مترجم
محمد ذاکر اللہ نقشبندی
مع
محفل میلاد منانا جائز ہے
ناشر
جمعیت اشاعت اھلسنت
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر کراچی-74000
فون: 2439799

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِتَّحَافُ الأُنَامِ بِأَوَّلِ مَوْلِدٍ فِي الإِسْلَامِ

اسلام کی تاریخ

میں سب سے پہلا

میلاد شریف

مؤلف

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر **عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع** حمیری

مترجم

محمد ذاکر اللہ نقشبندی

مع

محفل میلاد منانا جائز ہے

حال نزیل مکۃ المکرمہ زادھا اللہ

وزاد مولودھا شرفا و عزا و مجداً

ترجمہ: بیت اللہ شریف کے سامنے بوقت ۵:۴۵

بروز دوشنبہ ۱۳ جمادی الاخری ۱۴۲۶ھ ق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نام کتاب	: إتحَافُ الأنَامِ بِأوّلِ مَولِدٍ فِی الإسلَامِ
نام ترجمہ	: اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا میلاد شریف
تألیف	: فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع حمیری
مترجم	: محمد ذاکر اللہ نقشبندی
مع فتویٰ	: محفل میلاد منانا جائز ہے
ضخامت	:
تعداد	: 2000
سن اشاعت	: جولائی 2005ء
مفت سلسلہ اشاعت	: 135

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر کراچی-74000

فون: 2439799

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ و السلام علی من لانبی بعدہ‘ وعلی آلہ وصحبہ الذین ھم مصابیح الدجیٰ و مفاتیح الھدیٰ

أمّا بعد! اللہ عزوجل کے فضل وکرم اور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی مدد، اولیاء اللہ کی توجہات اور علماء اہلِ سنّت والجماعت کی سرپرستی اور مخیّر حضرات کے تعاون سے قائم ادارہ جمیعت اشاعت اہلِ سنت (پاکستان) نور مسجد کاغذی بازار کراچی دین مبین اسلام، مسلک حق اہلِ سنّت والجماعت کے عقائد حقّہ کی نشر و اشاعت میں دن رات مصروف عمل ادارہ ہے جو نہایت اہلِ صلاح و اخلاص لوگوں کے اجتماع واتحاد سے معرض وجود میں آیا ہے عرصہ دراز سے مسلمانان پاکستان کو دین اسلام کی تعلیمات سے وابستہ رکھنے کی خاطر ملک بھر میں ہر ماہ اہلِ تعلق ومحبت کو دینی مسائل اور علمی دلائل ومباحث پر مشتمل کُتُب و رسائل ترسیل کرتا ہے اسکے علاوہ اہلِ محلّہ وساکنانِ علاقہ کو فیض پہچانے کی خاطر ہر پیر کو نور مسجد کاغذی بازار میں نمازِ عشاء کے بعد ایک دینی اجتماع ہوتا ہے جس میں مختلف علماء کرام عقائد واعمال کی اصلاح کی غرض سے جدید سے جدید ترین موضوعات پر عوام کو لیکچر زدیتے ہیں نیز بڑی راتوں کو نعت خوانی ، ذکر واذکار کی محافل قیام اللیل کا اہتمام بھی ہوتا ہے اسی طرح اکابرین اور

صوفیائے کرام سے عوامِ اہلِ سنّت کو مربوط رکھنے کی غرض سے اور پریشان حالوں کی مصیبتوں کو ٹالنے کیلئے ہر اتوار کو عصر و مغرب کے درمیان اجتماعی طور پر ختمِ قادریہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس میں کثیر تعداد میں مسلمین اور مسلمات شرکت کرتے ہیں اس کے علاوہ حفظ و ناظرہ کیساتھ درس نظامی (عالم کورس) کا شعبہ بھی قابل اور تجربہ کار اساتذہ کرام اور علماء کی نگرانی میں چل رہا ہے جبکہ ملک کے مختلف حصوں سے لوگ اپنے مسائل بھیج کر دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلِ سنّت (پاکستان) سے اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں اور اپنے دنیاوی اور دینی مسائل کا حل بلیغ، مدلّل اور محقّقانہ انداز میں پاتے ہیں۔ جمعیت کے دارالکتب میں نایاب اور کم یافت کتب کے مخطوطات بھی موجود ہیں جسکی تصحیح تبیض اور طباعت کا کام بھی بہ نوبت جاری ہے جبکہ نت نئے مسائل پر محقّقین اور باحثین کیلئے ہزاروں کی تعداد میں عربی، مصری اور بیروتی مطبوعات کے ذخائر بھی موجود ہیں جبکہ "**مركز تحقيقات النصوص الشرعية و الثقافة الإسلامية**" بھی جمعیت اشاعت اہلِ سنّت کی ایک ذیلی شاخ ہے جو کہ ائمہ دین علماءِ ملّت بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی تصنیفات، تعلیمات و حواشی کی کتابت، تصحیح اور طباعت کی ذمہ داری اپنی دوش پر لئے ہوئی ہے۔ اور فقہ حنفی کی تائید میں اس فقہ کے مسائل کو احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء سے ثابت کرنے اور خلاف و موافق احادیث میں تطبیق دینے میں مشہور حنفی مُحدِّث امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی مشہور کتاب "شرح معانی الآثار" کے مطبوعہ نسخہ پر اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب "حاشیۃ

الطحطاوی علی الدر المختار" کے مطبوعہ نسخہ پر اعلحضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا حاشیہ چڑھانا اس سلسلے کی کڑی ہے جس کو کتاب نسخوں کے کناروں پر لکھنے کے کام کا شرف بھی نہایت قلیل مدت میں اللہ عزّ وجلّ کے فضل و کرم سے ہمارے ایک دوست کاتب ابن کلمات کے حصے میں آیا "حاشیہ طحطاوی علی الدر" پر اعلحضرت کا حاشیہ چڑھانا جوکہ بہت بڑا کام ہے جسکی تین جلدوں پر کام مکمل ہونے کے بعد فقہاءِ احناف کی کرامت اور اکابرینِ اہلسنّت والجماعت کی خدمات کو عام کرنے پر ان کی ارواح طیبہ سے صلے کے طور حرمین شریفین کی حاضری اور سنّت ادائیگی عمرہ کا بلاوا آیا اور بندہ سفرِ حرمین شریفین کا عازم ہوا چونکہ پہلی دفعہ اداءِ عمرہ مسنونہ کے بعد بار بار عمرہ کرنا مستحب عمل ہے جبکہ کعبۃ اللہ اور مدینہ شریف کے حرم میں عبادت بھی اپنا مقام رکھتی ہے اور عبادات نافلہ میں بہترین عبادت علم عرفان کی تعلیم و تعیم اور تعلم اور تفہیم ہے لہذا بندہ نے متعدد عمروں کے بجائے ارادہ کیا کہ کوئی علمی کام کیا جائے اب اگر "حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار" کی چوتھی جلد پر کام کیا جائے تو وقت کی قلت اور کتاب کے وزنی ہونے کی وجہ سے دشواری تھی جبکہ سعودی گورنمنٹ کا ایک متشدد مسلک سے تعلق اور وہاں کا تنگ نظر قانون بھی اجازت نہیں دے رہا تھا تو ان وجوہ کے سبب ارادہ اس پر مرکوز ہوا کہ کسی مختصر کتاب پر کام کیا جائے تو اس کیلئے حاشیہ امام احمد رضا بر کتاب الابریز من کلام سیدی الشیخ عبدالعزیز۔الدباغ۔ رحمتہ اللہ کا انتخاب کیا۔لیکن چونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے قلمی حاشیہ پر لکھے ہوئے حوالہ جات کسی پرانے نسخے کیمطابق تھے جب کہ میرے پاس موجود نسخہ

بیروت کا جدید طرز پر چھپا ہوا تھا جو پرانے نسخے سے جودت طبع اور کتابت کمپیوٹر کیوجہ سے یکسر مختلف تھا جبکہ اس کے کناروں پر چھوڑی ہوئی جگہ حاشیہ کیلئے ناکافی تھی تو اس وجہ اس پر بجائیکہ تفصیلی کام شروع کیا جائے صرف نشاندہی کردی اور باقی کام کراچی آکر کرنے کا عزم کیا۔

جب دوبارہ مدینہ شریف سے مکہ المکرمہ کی طرف عازم سفر ہوا تو شیخ ڈاکٹر عیسیٰ مانع الحمیری حفظہ اللہ کا رسالہ ''اِتحَافُ الاَنَامِ بِاَوّلِ مَوْلِدِفِی الْاِسْلَام''(جوکہ آپ کے ہاتھوں میں ہے) ملا جس کے اردو ترجمہ کیلئے پہلے سے ہمارا ارادہ تھا اور چونکہ اس کے متعلق حضرت شیخ صاحب سے صفہ شریف کے پاس محراب تہجد کے سامنے بات ہوئی جس پر انہوں نے نہایت خوشی اور رضامندی کا اظہار کیا تھا تو بندہ نے ایفاءِ عہد کے طور پر رکن یمانی کے پاس کعبتہ اللہ سے ۱۹ اقدموں کے فاصلہ پر بالمقابل بیٹھ کر ترجمہ کے کام کا آغاز کیا نیت یہ تھی کہ چونکہ آقائے نعمت مولائے کل دانائے سبل محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت مکہ المکرمہ میں ہوئی ہے۔ لہذا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح کی خدمت اقدس میں سیرت شریف کے حوالے سے عقیدت کا نذرانہ پیش کیا جائے اور یہ رسالہ بھی میلاد شریف کے حوالے ہے لہٰذا اسی کو محور عمل گردانا۔

اور دوسری غرض یہ تھی کہ چونکہ تمام عالم کے مسلمان اسی کعبتہ اللہ کی طرف اپنی نمازوں میں رُخ کرتے ہیں خواہ عرب ہوں یا عجم تو ان کے درمیان اب بھی وحدت اور یکجہتی کے بہت سارے اسباب للہ الحمد موجود ہیں تو یہاں پر

ایسا کام کرنا جو عرب وعجم کے اہلِ سُنن کیلئے باعث وحدت ہو بہتر ہوگا تو ایک عرب سُنی عالم دین کی کتاب کے ترجمہ کا انتخاب کیا۔

حضرت علامہ ڈاکٹر عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن مانع الحمیری حفظہ اللہ عرب کے علمائے اہل سنت والجماعت میں ممتاز مقام کے حامل ہیں اللہ عزّ وجلّ نے آپ کو علمی تبحر کے ساتھ حلم واخلاق سے نوازا ہے تبیین اور تحقیق اور علمی جستجو آپ کی نمایاں صفات میں سے ہیں سخاوت اور مہمان نوازی آپ کی طبیعت میں ودیعت کردی گئی ہے خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کی مثالیں آپ کی زندگی میں بکثرت مشاہدہ ہوتی ہیں باوجودیکہ متحدہ عرب امارات دبئی میں آپ شئون اسلامی اور اوقاف کے مدیر تھے لیکن پھر بھی آپ اپنی تدریسی وتعلیمی مصروفیات کو وقت دیتے تھے آپ نے مسلمانان عرب امارات کی دینی رہنمائی کیلئے ایک دارالافتاء بھی قائم کیا تھا جس میں اسلامی فقہی چار مذاہب سے مربوط قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ صادر کیا جاتا تھا "فتاوىٰ شرعية" جسے دائرۃ الأوقاف والشئون الإسلامية بدبی ، ادارۃ الإفتاء والبحوث نے شائع کیا تھا جسے آپ ہی کی نگرانی میں محترم ڈاکٹر عبدالمتجلی خلیفہ، محترم ڈاکٹر وسیلہ الحاج موسیٰ وغیرہ علمائے کرام نے مرتب کیا تھا۔

آپ جامعۃ الامام مالک رحمہ اللہ کے مدیر ہیں جس کے كلية الشريعة میں احادیث احکام کی کتابیں آپ ہی پڑھاتے ہیں آپ جہاں ایک باعمل عالم ہیں وہاں پر زاہد اور باکمال صوفی کی صفت سے بھی متصف ہیں آپ کی خانقاہ میں ہفتہ وار ختم خواجگانِ نقشبند اور ذکر شریف کی محفل بھی منعقد

ہوتی ہے۔

چونکہ آپ سُنّی العقیدہ متصلّب فی الدین عالم محقق ہیں آپ نے اسماء وصفات عقائد وعلم التوحید اور دیگر فقہی اور اعتقادی موضوعات پر سلف صالحین اور علماءِ اہلِ سنّت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قلم اٹھایا ہے۔اور اسلامی مکتبہ کو درج ذیل چند معروف تصانیف کا تحفہ پیش کیا ہے۔

١. اَلتَّاَمُّلُ فِی حَقِیقَةِالتَّوَسُلِ.

٢. بُلُوغُ الْمامُولِ فِی الْاِحْتِفَاءِ وَالْاِحْتِفَالِ بِمَوْلِدِالرَّسُوْلِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

٣. الفَتَاوی الشَّرعِیَّةُ.

٤. رُؤْیَةُالنَّبِیِّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَائِزَةٌفِی الْمَنَامِ اِلیٰ قِیَامِ السَّاعَةِ. (اس رسالہ کا اردو ترجمہ پاکستان میں چھپا ہے اور پھر جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) بھی اسے اپنے سلسلۂ اشاعت میں شائع کر چکی ہے)

٥. اِتّحافُ الْاَنَامِ بِأَوَّلِ مَوْلِدِفِی الْاِسلَامِ.

٦. تَصْحِیحُ الْمَفَاهِیمِ الْعَقِیْدِیَّةِفِی الصِّفَاتِ الْأُلٰهِیَّةِ.

٧. تحْسِیْنُ حَدِیْثِ اِرْتِجَاسِ الْأَیْوا نِ.

٨. اَلْقَوْلُ الْمُبِیْنُ فِی بَیَانِ عُلُوِّ مَقَامِ خَاتَمِ النَّبِیِّینَ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اسکے علاوہ بھی حضرت کی کافی تصانیف ہیں جن کا ذکر خوفِ طوالت

کی بناء پر ترک کیا جاتا ہے۔

مولائے کائنات کی بارگاہِ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کی عمر وعلم واولاد میں برکتیں نازل فرمائے۔

وَذٰلِکَ فِی ذَاتِ الْأَلٰہِ وَاِنْ یَشَا
یبَارِکْ عَلٰی أوْ صَالِ شِلْوِ مُمَزَّعِ

محمدذاکر اللہ نقشبندی خادم العلم الشریف بمرکز تحقیقات النصوص الشرعیة والثقافة الاسلامیة نور مسجد کراتشی

لیلة السبت الساعة ۰ ۷/ ٥ لیلاً بقرب الصباح

لیلة الذهاب إلی بلد الحبیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

سب تعریفیں اُس ذات کیلئے ثابت ہیں جس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و مدحت کو اپنا ذکر قرار دیا اور اس ربِّ جلیل عزّ وجلّ نے فرمایا:

﴿"اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً"﴾ (الأحزاب :۳۳/ ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔اے ایمان والو! اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو (کنز الایمان)

اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ جل جلالہ اپنے جمال وجلال میں یکتا و تنہا ہے۔

﴿لَایُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ﴾ (الانبیاء : ۲۱/۲۳)

ترجمہ: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا (کنزالایمان)

اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو خود اللہ عزّ وجلّ نے سراہا ہے (آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے سینہ اطہر کو اللہ جلّ جلالہ نے کشادہ فرمایا ہے) آپ علیہ التحیتہ والثناء کے

ذکر کو بلند کیا ہے کہیں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حق تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر نہیں ہوا اگر ہوا ہے تو حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی شان تو یہ ہے جس کے متعلق آپ کے پروردگار نے خود فرمایا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم : ٤/٦٨)

ترجمہ کنز الایمان یہ ہے۔

''بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔'' اور حدیث شریف میں ہے: سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق ومحاسن افعال کی تکمیل و تتمیم کے لیے مبعوث فرمایا- (خزائن العرفان) نعیمی

اور بیشک اے محبوب! آپ بلند ترین اخلاق پر فائز ہیں۔

اللہ عزّ وجلّ کے تسمیہ اور تعریف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصلیہ اور توصیف کے بعد! یہ ایک مختصر رسالہ ہے جسے ہم ان قارئین کرام کی خدمت میں نذر کرتے ہیں جن کے دلوں کو اللہ عزّ وجلّ نے جلا بخشی، جن کی قدر و منزلت کو اللہ جل شانہ نے رِفعت دی۔ اور جن کی عقل وفکر کو ربّ جلیل نے فتنوں کی مداخلت اور سرایت سے پاک کیا، اور جنہیں اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ نے بدعقیدگی وگمراہی کی محنتوں اور آزمائشوں سے صاف رکھا، اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے راہِ خیر پر چلنے کی توفیقِ خیر رفیق مرحمت فرمادی ہے، جو کہ ان ہی باتوں کی پیروی کرتے ہیں جن کی اللہ عزّ وجلّ نے اجازت عطا کی ہے، جن کے سامنے اللہ تعالیٰ نے تاریک اور اندھیری راتوں کے پردے چاک کر کے روشنی سے

تبدیل کیا ہے، جن کے معمولات کے پیمانے اہلِ علم کے ان دلائل سے لبریز ہیں جن کو انہوں نے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر کُتب اور رسائل میں جمع کیا ہے۔

اس رسالے نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مِدحت اور تعریف کرنا ایک فطری سیرت ہے، جس کی طرف بلند اور عالی ہمتوں والے ایک دوسرے سے بڑھ کر پیش قدمی کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی رحمہما اللہ وغیرہما نے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک قصیدۃ اللہ جلّ جلالہ کی مِدحت میں اور دوسرا قصیدہ آپ ﷺ کی مِدحت میں لکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پڑھکر سناؤ اور پہلے اللہ عزّ وجلّ کی مِدحت سے شروع کیجئے۔(۱)

یہ ہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا یہ فضیلت نہ ان سے فوت ہوئی، اور نہ ان سے یہ حصہ غائب ہوا، کہ اس (مِدحتِ مصطفیٰ ﷺ) سے انہوں نے اپنا حصہ حاصل کرلیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

---

(۱) اس حدیث کو انہیں الفاظ کے ساتھ امام احمد نے مسند (۴/۲۴) طبرانی نے "معجم کبیر" جلد اول حدیث نمبر ۸۴۳-۸۴۲ اور "مسند احمد" میں اس جیسے الفاظ کیساتھ (۳/۴۳۵) ہے ہیثمی نے "مجمع" (۹/۶۶) میں کہا ہے: اس کے راوی ثقہ ہیں اور بعض میں اختلاف ہے۔ اور امام طبرانی نے "معجم اوسط" میں ان الفاظ کیساتھ کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع کرو پر میری مدحت امام نبھانی رحمہ اللہ نے "جامع الثناء علی اللہ" میں اسے ذکر کیا ہے۔ شیخ عیسیٰ۔

خدمت اُقدس میں وہ منظوم کلام پیش کیا، جو آپ رضی اللہ عنہ اور ہر سچے عاشق رسول ﷺ کے سینے کے جوش کا آئینہ دار تھا تو اس کلام کا سننا ہی تھا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت مرحمت فرمائی کہ میری یہ نعت لوگوں کو بھی سُنا دیں تاکہ اس کے سننے سے زمانے والوں کے کان مستفید اور محظوظ ہو جائیں۔ اور رہتی دنیا تک مسلمانوں کو یہ سلیقہ مل جائے، اور یہ قانون بن جائے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مِدحت سرائی ہر وقت اور ہر جگہ جائز ہے تاکہ اس کی بجا آوری ہو جائے جو اللہ جل جلالہ کی کتاب (یعنی قرآن) میں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مذکور) ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت (اور عمِ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ) پر عمل ہو جائے۔

اللہ جلّ جلالہ سے دعا ہے کہ اس رسالے سے مخلوق کو نفع پہنچائے۔

مجھے اُمید ہے کہ رسالہ پڑھنے کے بعد میلاد شریف کے حوالے سے کوئی شک نہیں رہے گا، اس کے باجود کہ مجھے علم ہے کہ اہلِ علم و دانش نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے، اور دلائل کے انبار لگا کر شک کرنیوالوں کی رائے اور ان کے مزعومات کے تسلی بخش جواب دیئے، لیکن (ان تمام باتوں کے باوجود جیسا کہ کہا گیا ہے آگے جانیوالے پیچھے آنے والوں کیلئے کچھ کام چھوڑ کر جاتے ہیں) جام عرفان میں اب بھی اتنا پانی ہے کہ گمراہی اور بدعقیدگی کی آگ کو بجھا دے اور اس سے ہدایت کی ضیاء پاشیاں روشنی بکھیر دیں۔

میں نے اس رسالہ کا نام "اِتّحَافُ الأنَامِ بِاوَّلِ مَولِدِ فِیْ الِاسْلَامِ" رکھا (۱)، اور اس کے ساتھ ایک اور رسالہ " جز فی تحسین حدیث إرتجاس

الأيوان " (۲) بھی منسلک ہے خداوند قدیر وعالی شان سے دعا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن منانے کی خوشی میں لکھی جانیوالی کتاب پر ہمیں کامل اجر عطا فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا دیکھنے والا اور ہر شئی پر قادر ہے.

حمد سے شروع کروں میری مدحت امام نبھانی رحمہ اللہ نے "جامع الثناء علی الله" میں اسے ذکر کیا ہے۔ شیخ عیسیٰ۔

(۱) نوٹ: رسالے کا اصل نام مطبوع میں " اتحاف الأنام باول نظم في مولد خير الانام "لیکن مؤلف حفظہ اللہ نے بذات خود مجھے دیئے گئے رسالے پر نام کی اس طرح تصحیح کر دی۔ ذاکر اللہ نقشبندی

(۲) لیکن یہاں پر اسکا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ ذاکر اللہ نقشبندی

''سنائیں اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو محفوظ فرمائے''

حضرت خُریم بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اسوقت حاضر ہوا جب آپ تبوک سے واپس آرہے تھے تو میں مسلمان ہوا اور میں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''یا رسول اللہ! میں آپ کی نعت ومِدحت بیان کرنا چاہتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قُل لَآ يَفۡضِضُ اللّٰهُ فَاكَ"

''سنائیں اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو (ٹوٹنے سے) محفوظ فرمائے'' تو آپ نے یہ اشعار سنادیئے۔(۱)

(۱) مِنۡ قَبۡلِهَا طِبۡتَ فِي الظِّلَالِ وَفِيۡ   مُسۡتَوۡدَعٍ حَيۡثُ يُخۡصَفُ الۡوَرَقُ

ترجمہ:۔ اس دارِ فانی پر قدم رکھنے (یعنی ولادت) سے پہلے آپ جنت کی چھاؤں میں تھے، اور مُستَودَع میں تھے، جہاں پتوں سے اپنے جسموں کو ڈھانپا جارہا تھا۔

(۲) ثُمَّ هَبَطۡتَ الۡبِلَادَ لَا بَشَرٌ   أَنۡتَ وَلَا مُضۡغَةٌ وَلَا عَلَقُ

ترجمہ: پھر آپ (حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں ہوتے ہوئے) دنیا کے شہروں کی طرف اُتر کر تشریف لائے حالانکہ اُس وقت نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر (جسم مُشَکَّل) تھے نہ گوشت کا ٹکڑا، نہ لوتھڑا

---

(۱) پورے شعر کی تشریح آگے آرہی ہے۔ ذاکر اللہ نقشبندی

(۳) بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ أَلْجَمَ نَسْراً وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ

ترجمہ: ایسی حالت میں (آپ اُترے) کہ آپ نطفہ تھے جسے (بعد میں) کشتی نوح پر سوار کیا گیا، حالانکہ بُت اوران کے پوجنے والوں کوغرقابی نے یکسر خاموش کردیا (یعنی موت کے گھاٹ اُتاردیا)

(٤) تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ إِذَا مَضٰى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

ترجمہ: آپ کو (نیک) باپوں کی پشت سے (نیک سیرت خواتین کے) رِحم کی طرف منتقل کیا گیا جب بھی ایک حالت ختم ہوئی تو دوسری شروع ہوگئی (یعنی آپ اپنے ظہور اور ولادت سے قبل مختلف ادوار اور مراحل سے گذرے)

(٥) حتّٰی اِحْتَوَی بَیْتُكَ الْمُهَیْمِنُ مِنْ خِنْدَفَ عَلْیَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

ترجمہ: یہاں تک کہ آپ کی فضیلت پر دلالت کرنے والی جائے رہائش (شکم مادر) حضرت لیلٰی بنت عمران قضاعیہ پر (یعنی آپ نے جناب مدرکہ جوکہ حضور کے دادا تھے کی والدہ لیلٰی بنت عمران کے پیٹ کواپنا مسکن بنالیا) مشتمل ہوگئے جوکہ ایک عالی نسب خاتون تھیں جن کے بعد کا نسب درمیانہ اور متوسط ہے بلند ترین کوہساروں کی طرح عالیشان ہے

(٦) وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْأَ رْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْأُفُقُ

ترجمہ: اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ساری زمین آپ کی ضیاء پاشیوں سے چمک اُٹھی اور اطراف واکنافِ عالَم روشن ہوگئے

(۷) فَنَحْنُ فِی ذٰلِكَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّوْ رِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ترجمہ: اور ہم اُسی نور اور روشنی میں ہدایت کی راہ پر گامزن ہوکر اپنا سفر (منزل مقصود کی طرف) طے کرتے ہیں۔

مذکورہ اشعار کی تفصیلی تشریح(۱)

۱۔ مِنْ قَبْلِهَا :۔ یعنی، دنیا میں آنے سے پہلے یا ولادت باسعادت سے پہلے (یہاں ضمیر ''ہا'' دنیا یا ولادت کیطرف راجع ہے) اگر چہ انہیں ذکر نہیں کیا گیا لیکن ضمیر ان کی طرف لوٹ گئی جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) ﴿حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾(ص:۳۲/۳۸)
یہاں تک کہ سورج حجاب میں چھپ گیا

(۲)﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾(الرحمٰن:۲۶/۵۵)
جو بھی اس زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے

(۳)﴿إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾(القدر:۱/۹۷)
بیشک ہم نے اسے (قرآن کریم) کو اتارا قدر کی رات میں

مگر (مذکورہ شعر میں) ضمیر کو نبوت کی طرف راجع قرار دینا جیسا کہ دلجی وغیرہ نے قرار دیا ہے(۲) تو وہ اس مقام مقصود سے مناسبت نہیں ہاں اگر نبوت کی جگہ رسالت کو قرار دیا جائے پھر ہوسکتا ہے کہ فی الجملۃ اس کی طرف ضمیر راجع ہو جائے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مِنْ قَبْلِ نُزُوْلِكَ الْأَرْض آپ کی تشریف

---

(۱)شرح الشفاء للقاضی عیاض تالیف حضرت امام ملا علی قاری (۳۶۴-۳۶۲/۱) معافری کی بهجة المحافل کی شرح از علامه اشخر (۲۴/۱) امام ذهبی کی تاریخ الاسلام

(۲) نوٹ:۔عربی زبان کے قواعد کے مطابق جس چیز کا لفظا یا معنی کے ضمن یا حکما ہو جا پھر اس سے ضمیر کیساتھ تعبیر ممکن ہے لیکن کبھی کبھار کسی عمدہ اور مشہور چیز میں اسکے ذکر سے قبل بھی ضمیر لائی جاتی ہے جسے اضمار قبل الذکر یا اضمار بدون الذکر قبلہ، کہا جاتا ہے مذکورہ قرآنی آیات اور عباس رضی اللہ عنہ کے شعر میں بھی ذکر کے بغیر ارجاع ضمیر ہے۔ذ

آوری سے قبل طِبْتَ فِیْ الظِّلَالِ آپ جنّت کی چھاؤں میں خوش وخرم تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُوْنٍ﴾ (المرسلات: ۷۷/۴۱)

ترجمہ: بیشک متقی لوگ چھاؤں اور چشموں میں ہیں (المرسلات: ۴۱)

اور عرفی نے طِبْتَ فِیْ الظِّلَالِ کی جگہ طِبْتَ فِیْ الجنَانِ روایت کیا ہے یعنی آپ جنّتوں میں خوش وخرم تھے۔

وَفِیْ مُسْتَوْدَعٍ دال کے زبر کے ساتھ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔:

﴿فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ط﴾ الایۃ (الانعام: ۶/۹۸)

ترجمہ: پھر تمہیں کہیں ٹھہرنا ہے اور کہیں امانت رہنا ہے"، نعیمی

یعنی۔ اور آپ بڑی خوشی اور شادمانی کے عالم میں تھے جب آپ کو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی پشت میں ودیعۃ رکھا گیا، ۱

اور بعض نے کہا کہ مستودع وہ مقام ہے جہاں حضرت آدم وحوا علیہما السلام اپنے بدن کو درخت کے پتوں سے چھپا رہے تھے اسطرح کے بہت پتوں کو ملا کر اپنے جسموں کو مستور کررہے تھے

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ: پھر آپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں جنّت سے اتر کر دنیا کی طرف آگئے

لَا بَشَرٌ اَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ: یعنی اس حال میں آپ جنّتوں سے دنیا کی طرف تشریف لائے کہ نہ آپ کا بشرہ انور بنا تھا، نہ خون جمود پذیر ہوا تھا اور نہ جسد اطہر کا ابتدائی مادہ گوشت کا ٹکڑا بنا ہوا تھا یعنی آپ نے ان تین مراحل

میں سے ایک مرحلہ بھی طے نہیں کیا تھا، اور ''مُضغَۃٌ'' گوشت کا وہ ٹکڑا ہوتا ہے جو چبائے ہوئے نوالے کے برابر ہو، اور ''عَلَق'' مفرد اسم جنس ہے جمے ہوئے اور جامد خون کو کہا جاتا ہے، قرآن کریم نے اسے مرحلہ بمرحلہ ترتیب صعودی کے ساتھ بیان کیا ہے جبکہ یہاں (یا تو غیر مرتب یا) نزولی ترتیب کے مطابق بیان کیا ہے۔

(۳) بَلْ نُطْفَۃٌ تَرْکَبُ السَّفِیْنَ : یعنی آپ عالم نشیبی کی طرف تشریف لائے اس حال میں کہ آپ صُلبِ آدم علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام میں نُطفہ کی شکل میں تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں اس حال میں نازل ہوئے کہ آپ ضمناً کشتی میں سوار تھے، یہاں پر ''سفین'' لفظ کو جمع لایا گیا یہ آپ کی تعظیم کے لئے ہے یا تو یہ اسم جنس ہے اگرچہ صاحب ''صحاح'' (علامہ جوہری ہراتی) نے اسے جمع قرار دیا ہے جمع اور اسم جنس دونوں میں یا تو بالکل فرق نہیں، یا تو (جوہری نے) چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے ایک پر دوسرے کا اطلاق کیا ہے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے اسے جمع تعظیم یا ضرورت وزن شعری کی بناء پر لایا گیا۔

وَقَدْ أَلْجَمَ نَسْراً وَأَھْلَہُ الْغَرَقُ : اور حال یہ کہ نسر بُت اور اسکے پوجنے والوں کو غرقابی نے خاموش کیا یعنی انہیں بات کرنے اور مقصود بتانے سے روک دیا ''أَلْجَمَ'' لجام سے لیا ہوا ہے (جو کہ دَرّی فارسی سے عربی میں آیا ہے اور اصل میں لگام ہے۔ ذ۔) اور اس شعر میں ''نَسْراً'' ہے جو نوح علیہ السلام کے بتوں میں سے ایک بُت کی طرف اشارہ ہے (تو مطلب یہ ہوگا کہ طوفان نوح نے

لوگوں کے منہ کو لگام دی۔ ذ)

تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَىٰ رَحِمٍ "تُنْقَلُ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع مجہول ہے اور "صالب" لام کے زیر یا زبر کے ساتھ "صُلْبٌ" ضمہ کے ساتھ سے ایک لغت ہے لیکن قلیل الاستعمال ہے اور ایک لغت "صُلُب" بھی آئی ہے، اس طرح اس میں تین لغتیں ہیں۔

إِذَا مَضَىٰ عَالَمٌ" بَدَا طَبَقٌ" : جب ایک صدی گئی دوسری صدی شروع ہو گئی اور قرن کو طبق بھی کہا گیا ہے اس لئے کہ یہ زمین کو اپنے باسیوں سے بھر دیتی ہے اور اسی بناء پر ایک حدیث بھی وارد ہے کہ اللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً طَبَقاً غَرَقاً، اے اللہ ہم پر موسلا دھار بارش برسادے جو زمین کو تر کر دے۔

إِحْتَوَىٰ بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ : إِحْتَوَىٰ اکٹھا ہو جانے اور جمع ہو جانے کے معنی میں ہے اور ایک روایت میں "حَتَّى إِحْتَوَىٰ" ہے تو یہ گذشتہ شعر کی غایت اور مقصود ہے یعنی آپ پاک پشتوں سے دوسرے پاک رحموں کی طرف مرحلہ بہ مرحلہ منتقل ہوئے۔

مرحلہ بہ مرحلہ یہاں تک کہ آپ پر وہ گھر مشتمل ہو گیا جو آپ کی فضیلت پر گواہ تھا

مِنْ خِنْدِفَ: "خاء" کی زیر اور "نون" کے سکون کے ساتھ اور بی نقطہ "دال" کی زیر جبکہ زبر بھی دیا جا سکتا ہے۔ بعد میں فاء بھی یہ لفظ "خندفہ" سے لیا ہوا ہے جو کہ دوڑ کر چلنے کے معنی میں ہے پھر اس سے لقب دیا گیا لیلیٰ بنت عمران قضاعیہ کو جو کہ حجاز مقدس کے عربوں کی ماں اور الیاس بن مضر بن نزار کی بیوی تھیں تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی ہوئیں کیونکہ یہ جناب مدرکہ کی ماں تھیں اور

چونکہ اس سے ایک قبیلہ نام رکھا گیا تو (تأنیث اور علمیت کیوجہ سے) یہ غیر منصرف ہے۔

علیاء: یہ احتویٰ کیلئے مفعول ہے بلند درجہ اور اعلیٰ مقام کے معنی میں ہے

تَحتَهَا النُّطُق:۔ اسے دوسرے نسخوں میں " دُونَهَا "لکھا گیا ہے: اور" نُطُق" نطاق کی جمع ہے، امام ابن اثیر فرماتے ہیں: یہ ان لمبے چوڑے پہاڑوں کو کہا جاتا ہے جو کہ ایک دوسرے کے اوپر ہوں، یعنی ان پہاڑوں کے اطراف اور درمیانی علاقوں کو نطاق (کمر بند) کیساتھ اسلئے مشابہ قرار دیا گیا کہ کمر بند سے بھی لوگ اپنی کمر کے وسط کو باندھتے ہیں اور یہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اسلئے بطور مثال پیش کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم درمیانی قوم تھی اور آپ ﷺ کا قبیلہ سب سے بلند تھا اور یہاں پر زیر نطاق قرار دیا گیا (اسلئے کہ جیسے درمیانی حصہ پہاڑوں کا بیچ میں واقع ہوتا ہے اسی طرح آپ کا نسب اطہر بھی درمیان میں واقع ہے) اور" بَیتُہ" کہکر آپ کے خاندان عزت قبیلے کی رفعت کی طرف اشارہ کیا گیا یا بالذات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اور" مُهَیمِن" اس بیت کی صفت واقع ہے یعنی یہاں تک کہ آپ ﷺ کی شرافت نے جو آپ کی فضیلت کی گواہ ہے نسب خندف سے اعلیٰ مکان کا احاطہ کرلیا اسلئے کہ اصل میں خندف ان بلند و بالا کوہساروں کو کہا جاتا ہے جن کی چوٹیوں تک بادل کو بھی رسائی نہ ہو۔

(٦) وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الأُفُقُ: اور آپ کے نور سے عالم روشن ہوگئے

"ضَـائَت" اصل میں "اَضَـائَت" ہے چار حروف، اَ ض،ا،ء اس کا اصل مادہ ہے ضرورت شعری کی وجہ سے ثلاثی مجرد لایا گیا، اور ثلاثی باب سے یہ استعمال بھی ایک لغت ہے اور ایک روایت کیمطابق " وَنَـارَت " یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے اطراف عالم روشن ہو گئے

(۷)وَسُبُلُ الرَّشَادِ نَخْتَرِق:سُبْلٌ باء کے سکون کیساتھ جبکہ باء پر پیش پڑھنا بھی جائز ہے یہ "سَبِيـل" کی جمع ہے چونکہ یہ اپنے ماقبل پر عطف ہے اسے جر (زیر) دیا گیا اور "نَخْتَرِقُ" کا مطلب ہے کہ ہم داخل ہو جاتے ہیں اور ہم طے کرتے ہیں، اور امام تلمسانی نے فرمایا ہے: یعنی ہم ہدایت کے راستوں کا سفر کاٹتے ہیں تو پھر سُبُل منصوب ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی تخریج

امام بوالسکین (۱) زکریا بن یحیٰ الطائی نے اس حدیث کو اپنے اس جزء میں روایت کیا ہے (جوان کی طرف منسوب ہے اور معروف ہے) جیسا کہ "البدایة و النهایة" (۲۵۸/۲) میں ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے عمر بن ابی زحر ابن حصین نے (اسی طرح) حدیث بیان کی وہ اپنے دادا حمید بن المنهب روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرے دادا خریم بن اوس نے بیان کیا (اور انہوں نے پوری حدیث بیان کی)

اسی طرح "البدایة و النهایة" کے مطبوعہ نسخہ میں (عمر بن ابی زحر) لکھا ہوا ہے لیکن دیگر مخرجین نے عم ابی زحر لکھا ہے جیسا کہ "الاصـــابة" (۱۳۶/۱) میں ہے۔

اور ابن قانع نے "معـجـم الصحابة" (۳۲/۱) پر فرمایا ہے: ہمیں محمد بن عبدالوھاب بن محمد الأخباری سے حدیث بیان کی (وہ کہتے ہیں) ہمیں زکریا بن یحیٰ الطائی (۲) بن زحر بن حصین نے اپنے دادا حمید بن منہب سے حدیث بیان کی انہوں نے اپنے دادا اوس بن حارثہ بن لام الطائی سے روایت کی ہے کہ (وہ فرماتے ہیں:) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کے ستر سواروں کے ساتھ حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی بیعت کی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درخت کے سائے

---

(۱) "البدایة و النهایة" (۲۵۸/۲) میں ابوالسکن لکھا ہوا ہے اور جو ہم نے اندراج کیا ہے وہ دیگر روایات کے مطابق ہے
(۲) ابن قانع کی مطبوعہ معجم میں بھی لکھا ہوا لیکن مراجع میں ("عن") لکھا ہوا ہے۔ شیخ عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع الحمیری

کے نیچے پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسی قوم کے درمیان ہیں (جو کہ خاموشی اور ادب کی وجہ سے ایسے دکھائی دیتی) جیسے کہ اُن کے سروں پر پرندوں نے آکر ڈیرہ جمالیا ہو۔ اور انہوں نے طویل حدیث ذکر کی۔

حافظ ابن حجر "الإصابة" (۱/۱۴۸) میں فرماتے ہیں: ابن قانع نے اسے مختصر کرتے ہوئے اس کا ایک حصہ ذکر کیا پھر کہا فذکر حدیثاً طویلاً اور اسی مذکور حدیث کو ہم نے جزء ابی السکین میں روایت کیا ہے اور وہ زکریا بن یحیٰ الطائی ہی ہیں اور ابوعبید قاضی ابن حربویہ نے ان سے یوں روایت کیا ہے کہ:

حدّثنا عمّ أبی زحر بن حصن، عن جدّہ حُمید بن مُنھِب قال:

قال جدّی خریم بن أوس بن حارثۃ: هَاجَرْتُ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْصَرَفَه مِنْ تَبُوكَ فَقَدِمْتُ عَلَیْهِ، فَأَسْلَمْتُ، فَذَکَرَ حَدِیْثاً طویلاً

اس سے ظاہر ہوا کہ حدیث خریم بن اوس کی ہے نہ کہ اوس بن حارثہ کی، واللہ اعلم۔ اھ

اور ابوبکر شافعی علیہ الرحمتہ نے "الغیلانیات" (۱/۲۸۲-۲۸۳) میں انہی کی سند اور دوسری اسناد سے روایت کیا۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (۱) نے "تاریخ دمشق" کی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے حصے میں صفحہ (۲۰۸، ۲۰۹) (۱) یوں نقل کیا ہے:

---

۱ اور یہی ورت دارالفکر، سیرت کے مطبوعہ نسخہ میں ۳/۴۰۹ اور ۴۱۰ پر ہے۔

(۱) ابن عساکر (۳/۴۰۹، ۴۱۰) مطبوعۃ دارالفکر اور ابن ابی خیثمہ اور البزار اور ابن شاہین نے (جیسے کہ الاصابہ ج۱/۲۴۲ میں ہے) حمید بن منہب کی سند سے کہا کہ قال خریم بن أوس، بہ۔

قال أبوبكر : حدّثني أبو الشيخ محمد بن الحسن الأصفهاني، و عبدالله بن محمد قالا حدثنا زكريا بن يحى بن عمر بن حصن بن حميد بن مُنهِب بن حارث بن خُريم بن أوس بن حارثة قال عمّ أبى زحر بن حصن : عن جدّه حُميدبن مُنهِب قال : قال خُريم بن أوس : ثم ذكره ......

اوراسی طرح امام بخاری کی ''تاریخ'' (۱/۱۸) میں عمر بن حصن لکھا ہوا ہے۔

اورامام ابونعیم نے ''الحلية'' (۱/۳۶۴) میں یوں روایت کیا۔قال: حدّثنا أبومحمد بن حيان ،حدّثني يحىٰ، بن محمد، حدّثنا أبو السكين زكريا بن يحيىٰ حدّثني عمّ أبى زحر بن حصن، عن جدّه حميد بن مُنهِب ، حدّثني بن أوس قال ...... ثم ذكره

اورامام بغوی نے اپنی کتاب'' الصحابة'' (المغرب کے مخطوطات میں سے ہے صفحہ ۱۵۶) میں روایت کیا،قال : حدّثني أحمد بن زهير ، أخبرني زكريا بن يحىٰ بن عمير بن حُميد بن مُنهِب بن حارثه ، بن خريم بن اوس بن حارثه بن لام قال : حدثني عم أبى زحر بن حصن بن حارثة خريم، عن جده حمُيد بن منُهب قال : قال لی خريم بن أوس ...... ثم ذكره

اسی طرح مخطوط اور مطبوع (۳/۲۸۵) دونوں میں (یحیٰ بن عمیر) واقع ہوا ہے اور مطبوع نسخے میں ''عم'' کی جگہ ''عمی'' لکھا ہوا ہے اوراسے عمی یقیناً پڑھا جاسکتا ہے اورامام حاکم نے ''مستدرک'' (۳/۳۲۶۔۳۲۷

)میں روایت کو اس طرح لکھا ہے حدّثنا ابو العباس محمد بن یعقوب، حدّثنا أبو البختری عبداللّٰہ بن محمد بن شاکر، حدثنا زکریا بن یحیٰ الخزاز، حدثنا عم أبی زحر بن حصن کذا عن جدّ حمید بن منهب قال : سمعت جدّی خُریم بن أوس بن حارثه بن لام رضی اللّٰہ عنه ، ثم ذکره......

ورواه ابن خثیمه ،والبزار ، وابن شاهین (کما فی "الإ صابة "۱/۲٤۲)من طریق حمید بن منهب قال : خریم بن أوس ،به

امام حاکم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ: اس حدیث کی روایت پر اُعراب متفرد ہو چکے ہیں اور انہوں نے اپنے آباء سے روایت کی ہے اور ایسے رُوات حدیث کو نہیں گھڑتے ، دوسرے نسخے میں ہے ایسے راویوں کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا ہے اور ذھبی نے " تلخیص المستدرك" میں حدیث کیساتھ موافقت کی ہے۔

اور اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے "معجم کبیر"(۴/۲۱۳) حدیث نمبر ۴۱۶۷ پر یوں روایت کیا ہے:

حدثنا عبد ان بن أحمد، و أحمدبن عمرو البزارح وحدّثنا محمد بن موسیٰ بن حماد البربری، قالو: حدّثنا ابو السکین زکریا بن یحیٰ، حدّثنی عمّ أبی زحر بن حصن ،عن جدّه حمید بن، منهب قال : قال خریم بن أوس بن حارثه بن لام ...... فذکره

ورواه، الحافظ ابن سید الناس فی السیرة من طریق الطبْرانی، به یعنی اور امام حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ نے اپنی سیرت میں یہی روایت امام طبرانی

کی سند سے نقل کی۔

اور ابن اثیر علیہ الرحمہ نے "أسـد الـغـابة" (۱۲۹/۲) میں امام طبرانی کی سند سے اس طرح نقل کی ہے۔

قـال : اعنی الطبرانی :أخبرنا عبدان بن أحمد، و محمد بن موسی بن حماد البربری قال: أ خبرنا أبو السكين زكريا بن يحيیٰ بن عمرو بن حـصن بن حُميد بن مُنهِب بن حارثه بن خريم، حدثنی عمّ أبی زحر بـن حصن ،عن جدّهِ حميد بن منهب بن حارثه بن خريم ۔ پھر انہوں نے حدیث ذکر کی ہے مذکورہ سند حدیث میں ''یحیٰی بن عمرو'' لکھا ہوا جو کہ غلط ہے اور صحیح عمر ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور اسکی سند متصل ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں یہ واحد حدیث ہے جن کی روایت عرب دیہاتیوں نے تفرد کیساتھ اپنے آباء سے کی ہے، اور ان جیسوں کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا، اور امام ذھبی نے " تـلـخـيـص المستدرك" میں حاکم کیساتھ موافقت کی ہے، لیکن انہوں نے "سیـر أعـلام الـنبلاء " (۱۰۳/۲) میں کہا ہے کہ: یہ غیر مشہور راوی ہیں، لیکن یہ بات محل نظر ہے جب رِجالِ سند کے احوال کی طرف مراجعت کی جائے تو یہ بات مردود لگتی ہے۔

مذکورہ روایت کے رجال سند کی تحقیق

(۱)۔ ابوالسکین زکریا بن یحیٰ سے مُحدّثین کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے، اور امام ابن حبان نے " الثقات "(۸/۲۵۴) میں با اعتماد راوی قرار دیا ہے، اور خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۸/۴۵۷) میں اسے ثقہ کہا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے "صحیح بخاری" میں ان سے روایت کی ہے۔

(۲)۔ ابو الفرج زحر بن حصن نے اپنے دادا حُمید بن مُنہب سے سماع حدیث کیا ہے اور اُن سے ابوالسکین زکریا بن یحیٰ الطائی نے روایت کی ہے، امام ابن حبان نے اپنی کتاب " الثقات "(۸/۲۵۸) میں اُن کا تذکرہ ثقہ راویوں میں کیا ہے اور امام بخاری اپنی " تاریخ " (۳/۴۴۵) میں اُن خاموش ہو گئے، اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب "الجرح والتعدیل "(۳/۶۱۹) پر تذکرہ کیا، تو یہ راوی حسن الحدیث ہے بعض اہل علم کے نزدیک جیسے امام محب الدین الطبری اور ابن سعد وغیرہ، اس لئے کہ انہوں نے ثقہ راوی سے روایت کی ہے اور انہوں نے کسی منکر حدیث کو روایت نہیں کیا ہے۔ اور ان پر کوئی جرح اور تنقید بھی نہیں ہوئی اور کوئی تنقید بھلا کیسے کریگا حالانکہ (امام الجرح والتعدیل) حافظ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔

(۳)۔ حُمَید بن مُنہِب : ان کی صحابیت میں اختلاف ہے "الإصابة "(برقم:۱۱۱۶) میں ان کا تذکرہ ہے۔ اس کی طرف رجوع فرمائیں جہاں تک

ان کا اپنے دادا خریم سے حدیث سننے کا تعلق ہے تو ابن اثیر جزری نے اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ " حلیة الأولیاء "اور " أسد الغابة" اور امام بخاری علیہ الرحمہ کی " تاریخ کبیر " (١٩/١٨/١) میں ہے اور آپ کبار تابعین میں سے تھے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی حدیث روایت کی اور دیگر صحابہ کرام سے بھی اگر آپ کا صحابی ہونا ثابت نہ ہو تو پہلے قول کے مطابق تو قدیم تابعی تو بالیقین ہیں، اور ان جیسے لوگوں سے (ان کے حال کے متعلق) کون پوچھ سکتا ہے؟ اور وہ راوی جن کی صحابیت میں اختلاف ہو اور وہ جن میں کوئی جرح نہ ہو، ناقدین محدّثین کی ایک جماعت کے قاعدے کے مطابق وہ ثقہ راوی ہوتا ہے۔

(۴)۔ خُرَیم بن اُوس رضی اللہ عنہ آپ صحابی رسول ہیں تراجم واحوال صحابہ کرام علیہم الرضوان کے موضوع پر لکھی گئی کتب میں آپ کے حالات درج ہیں ۔دیکھئے

"الأستیعاب" (برقم ٦٦٢)" أسد الغابة" (برقم ١٤٣٨) اور " تجرید أسماء الصحابة" (١٥٨/١) اور "الإصابة" (برقم ٢٢٥٠) وغیرھا

خلاصہ

ساری باتوں کا خلاصہ اور نچوڑ یہی ہے کہ زکریا بن یحیٰی ایک باوثوق راوی ہیں، جن سے ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے،

اوراس حدیث کوزکریابن یحیٰی نے زحر بن حصن سے سنا ہے، جوکہ یحیٰی الطائی کے ماموں ہیں، اور زکریا کے والد ہیں، اور زحر نے یہ حدیث اپنے دادا حمید بن منہب سے سنی، اور حُمید بن مُنہب نے صحابیِ رسول حضرت خریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، تو سند متصل ہے اور راویانِ حدیث با اعتماد ہیں۔

امام ابوالقاسم بن عساکر رحمہ اللہ نے ''تاریخِ دمشق'' کے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے (ص ۲۰۸) میں اس نظم کو حضرت حسان بن ثابت الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے:

أخبرنا أبو الحسين بن أبى الحديد الخطيب، أنبأنا جدّى أبو عبدالله، أنبأنا أبى، وأبنانا أبو طاهر بن الحنائى ،و أبو محمد هبة الله بن الألهانى ،وأبو عبدالله بن أحمد السمرقندى۔

قالو : أنبأنا أبو الحسن بن أبى الحديد، أنبأنا أبو محمد بن أبى نصر ، أنبأنا عبدالسلام بن أحمد ابن محمد القرشى، أنبانا أبو حصين محمد بن إسماعيل بن محمد التميمى ، أنبأنا محمد بن عبدالله الزاهد الخراسانى حدثنى إسحاق بن إبراهيم بن بُنان، أنبأنا سلام بن سليمان أبو العباس المكفوف المدائنى، أنبأنا ورقاء بن عمر بن أبى نجيح، عن عطاء، و مجاهد ،عن ابن عباس قال :

سألتُ رَسُولَ اللهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قُلتُ : فِدَاكَ أبِى وَأُمِّى، أيْنَ كُنتَ وَادَمُ فِى الجَنَّةِ ؟ قَالَ: فَتَبَسَّمَ حَتّٰى بَدَتْ ثَنَايَا هُ ثُمَّ قَالَ: كُنتُ فِىْ صُلبِه وَرَكِبَ بِىَ السَّفِينَةَ فِىْ صُلبِ أَبِىْ نُوحٍ ،وَقُذِفَ

بِیْ فِیْ صُلْبِ إِبْرَاهِیْمَ، لَمْ یَلْتَقِ أَبَوَایَ قَطُّ عَلٰی سَفَاحٍ، لَمْ یَزِلِ اللّٰهُ تَعَالٰی یُنَقِّلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَاب الْحَسَنَةِ إِلیٰ الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ ، صِفَتِیْ مَهْدِیٌ لَایَتَشَعَّبُ شِعْبَانِ إِلَّا کُنْتُ فِیْ خَیْرِهِما، قَدْ أَخَذَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی بِالنُّبُوَّةِ مِیْثَاقِیْ ،وَبِالِاسْلَامِ عَهْدِیْ وَبَشَّرَ فِي التَّوراَة وَالإِنْجِیْلِ ذِکْرِیْ ،وَبَیَّنَ کُلُّ نَبِیٍّ صِفَتِیْ تُشْرِقُ الْارْضَ بِنُورِیْ ،وَالْغَمَامُ لِوَجْهِیْ ،وَعَلَّمَنِیْ کِتَابَه ،وَرَوَیٰ بِیْ سَحَابَه، وَشَقَّ لِیْ إِسْماً مِنْ اسْمائِه، فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَأَنَا مُحَمَّدٌ، وَوَعَدَنِیْ اَنْ یَحْبُوَنِیْ بِالْحَوْضِ وَالْکَوْثَرِ، وَأَنْ یَجْعَلَنِیْ أَوَّلَ شَافِعٍ وَأَوَّلَ مُشَفَّعٍ

(۱) جیسا کہ ''تاریخ دمشق الکبیر'' مطبوعہ دارالفکر (۳/۴۰۸۔۴۰۹) پر درج ہے

ثُمَّ أَخْرَجَنِیْ مِنْ خَیْرِ قَرْنٍ لِأُمَّتِی، وَهُمُ الْحَمَّادُوْنَ یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

قال ابن عباس : فقال لی حسان بن ثابت فی النبی صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم :

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَفِی مُسْتَوْدَعٍ حِیْنَ یُخْصَفُ الْوَرَقُ

ثُمَّ سَکَنْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ أَنْتَ وَلَا نُطْفَةٌ وَلَا عَلَقٌ

مُطَهَّرٌ تَرْکَبُ السَّفِیْنَ وَقَدْ أَلْجَمَ أَهْلَ الضَّلالَةِ الْغَرقُ

تُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ إِلَی رَحِمٍ إِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدا طَبَق

فَقَالَ النَّبِیُ صَلَّی اللّٰهُ عَلِیْهِ وَسَلَّم : "یَرْحَمُ اللّٰهُ حَسَّانَ " فَقَالَ عَلِیُّ بْنُ

أَبِى طَالِبِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ : وَجَبَتِ الْجَنَّةُ لِحَسَّانَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ،

قال الحافظ ابن عساكر : هذا حديث غريب جدّاً المحفوظ ان هذه الأبيات للعباس رضى اللّٰه عنه ـ اهـ

وقد ذكر رواية العباس مع الأبيات القاضى عياض اليحصبى المالكى فى كتابه النافع " الشفاء بتعريف حقوق المصطفى " صلى اللّٰه عليه واله وسلم (ص ١٦٧ ـ ١٦٨)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کی حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں جب آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو آپ اُس وقت کہاں تھے؟

ابن عباس کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنایا (آگے کے دندان) ظاہر ہو گئے پھر فرمایا:

''میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا، اور مجھے کشتی پر بٹھایا گیا جب کہ میں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں تھا، اور مجھے آگ میں ڈالا گیا جب کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں تھا، اور میرے آباؤ اجداد میں سے کسی مرد وزن نے سفاح (بدکاری) کے راستے سے تعلق نہیں جوڑا (یعنی سب نے نکاح کیا) ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک پشتوں سے پاک اَرحام کی طرف منتقل فرماتا رہا، میری صفت مہدی (خود ہدایت پر اور دوسروں کو ہدایت کا راستہ بتانیوالا) ہے دو خاندانوں نے جہاں بھی (اپنی شاخ کو بڑی قوم سے الگ کیا ہے) اللہ تعالیٰ نے دونوں میں سے بہتر خاندان میں سے مجھے

گردانا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے (دوسرے انبیاء کرام سے) میری نبوت کا وعدہ لیا، اور (ان سے) مجھ پر ایمان لانے کا عہد لیا اور اللہ نے تورات اور انجیل میں میری (آمد کی) بشارت کر دی۔

اور ہر نبی نے میری تعریف بیان کی، زمین میری ضیا پاشیوں سے روشن ہوگئی، اور بادلوں کو میرے چہرہ انور سے (سفیدی ملی) اور اللہ عزّ وجلّ نے مجھے اپنی کتاب کا علم بخشا اور میری برکت سے بادل کو برسنے والے پانی سے لبریز کیا، اور اللہ عزّ وجلّ نے میرا نام اپنے نام سے ہی لیا ہے تو عرش والا محمود ہے اور میں محمد ہوں اور مجھے حوض کوثر عطا کرنے کا وعدہ فرمایا، اور وعدہ کیا ہے کہ مجھے سب سے پہلے شفاعت کرنے والا بنائیگا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی، پھر میری امت کی ہدایت کیلئے مجھے اللہ تعالیٰ نے بہترین زمانے میں مبعوث فرمایا میری امت اللہ جل جلالہ کی ثناء کرنے والی ہے میرے امتی لوگوں کو بھلائی کا حکم دینگے اور برائی سے منع کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تو مجھے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یوں فرمایا:

مِنْ قَبلِهَا طِبتَ فِي الظِّلَالِ وَفِي مُسْتَوْدَعٍ يَوْمَ يُخصَفُ الوَرَقُ

ثُمَّ سَكَنتَ البِلَادَ لَا بَشَرٌ أَنتَ وَلَا نُطفَةٌ وَلاَ عَلَقُ

مطهر تَركَبُ السَّفِينَ وَقَدْ أَلْجَمَ اَهلَ الضَّلَالَةِ الغَرَقُ

تُنقَلُ مِنْ اصلَابِ إِلَى رَحِمٍ إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزّ وجلّ حسان پر مہربانی فرمائے

۔(اس پر)
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم جنّت حسان کے لئے واجب ہوگئی۔حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں: یہ حدیث شریف نہایت ہی غریب (نا آشنا) ہے، صحیح یہی کہ یہ اشعار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہیں۔اھ

حضرت امام قاضی عیاض یحصبی مالکی علیہ الرحمتہ نے اپنی مفید کتاب" الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام" (صفحہ ۱۶۷۔ ۱۶۸) میں تیسرے باب میں جو کہ ان صحیح احادیث اور مشہور اخبار پر مشتمل ہے جو حضور کی اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہ میں قدر ومنزلت اور خصوصیات وکرامات مصطفٰی علیہ السلام پر دلالت کرتی ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو ان اشعار کیساتھ ذکر کیا اور شفاء شریف کے شارحین نے بھی اس میں ان کا ساتھ دیا ہے۔

اسی طرح حافظ ذھبی نے "تاریخ الإسلام" (قسم السیرۃ ۱/ ٤٣/ ٤٤) میں اسی روایت کو ذکر کیا ہے اور اس پر خاموش رہے ہیں بلکہ اس پر اضافہ یہ کہ انہوں نے مندرجہ بالا اشعار کے غریب الفاظ کی بہترین تشریح بھی کی ہے، اور بیشک شیخ
ابن قیم نے اپنی کتاب "زاد المعاد" غزوہ تبوک کی فصل (۳/۵۵۱) میں پر بھی اس پورے قصیدے کو ذکر کیا ہے اور اس کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے اور پھر خاموشی اختیار کی ہے اور کوئی تعقیب نہیں کی ہے۔

الغرض:

خلاصہ یہ ہے کہ یہ اشعار جنہیں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان ہمارے آقا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نظم کیا ہے اسکی نسبت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح اور ثابت ہے جیسا کہ مذکورہ دلائل اور روایات سے معلوم ہوا، اوران تک پہنچنے والی سندِ روایت درجہ ''حدیث حسن'' سے کم نہیں ہمارے اس قول کی تائید درج ذیل وجوہ سے ہوتی ہے:۔

ا۔امام حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے صاف طور پر کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ اشعار حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہیں نہ کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جیسا کہ اوپر گذرا۔اور امام ابن عساکر جلیل القدر حافظ حدیث ہیں اس بابت آپ کا قول حجت ہے۔

۲۔یقیناً حفاظِ حدیث،مؤرخین،محدِّثین،اہلِ سیر اور علماءِ لغت نے اشعار کی نسبت کو درج کیا ہے اور گواہی دی ہے کہ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں اور اس پر جمع ہوگئے ہیں اور ان کے مشکل الفاظ کی تشریح کی ہے جن میں سے چند کو ہم نے ذکر کیا ہے

۳۔بیشک محدِّثین کرام ان روایات و اخبار کے متعلق جو سیرت، مناقب و فضائل اور شمائل شریفہ کے متعلق ہوں نرم گوشہ رکھتے ہیں اور شِدّت سے کام نہیں لیتے۔

الف۔حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: زھد اور یادِ آخرت کے

متعلق احادیث شریفہ میں اس تک آسانی اور تساہل (چشم پوشی) سے کام لینے کی گنجائش رہتی ہے جب تک احکام (کی نفی یا کسی حکم کے ثبوت) کی روایت نہ ہو (یا ان پر بالکل موضوع کا حکم نہ لگے)

ب۔حافظ الحدیث امام عبدالرحمٰن بن مہدی علیہ الرحمہ کا قول ہے: جب ہم فضائل اور

ثواب وعقاب کے حوالے سے احادیث روایت کرتے ہیں تو اسناد حدیث میں نرمی سے کام لیتے ہیں اور رجالِ حدیث سے تسامح کرتے ہیں

ج: امام حافظ ابوعمرو بن عبدالبر مالکی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے: فضائل کی احادیث میں کسی ایسے راوی شخصیت کی ضرورت نہیں ہوتی جو قابلِ احتجاج ہو۔(۱)

(۱)۔دیکھئے" فتح المغيث شرح ألفية الحديث"(۱/۳۳۲)

بہرحال ہم جس سے بحث کرنا چاہتے ہیں وہ اسی باب کا موضوع ہے لیکن اس کے باوجود بھی ان اشعار کی نسبت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف ثابت

ہے۔

ہم نے جو دلائل ذکر کر دیئے اس کے بعد کسی مخالف کو اس بات سے انکار کی حُجت نہیں رہتی کہ یہ اشعار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نہیں ۔اور مخالفین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی بھی مدّاحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نعت خواں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کی یادآوری میں زبانِ نظم یا قلم نثر سے کوئی کتاب لکھنے والے کو مبتدع (بدعتی) کہیں۔

حالانکہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سیرت نبوی کا حصہ ہے اور حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہی کے ذریعے سے دینِ اسلام کا ظہور ہوا (یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف آوری نہ فرماتے تو دین اسلام کون ہمیں سکھاتا اور دین اسلام کو دیگران ادیان پر غالب کرتا) اور یہ معصوم اور پاکیزہ پیغام ہمیں پہنچا اور یہ عظیم بھلائی رونما ہوئی۔

اور اس بابرکت نظم سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر اکھٹا ہو جانا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا معمول تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (منع کئے بغیر) اسی حالت پر رہنے دیا جیسا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ: ''اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو (ٹوٹنے سے) محفوظ رکھے'' اسی جانب اشارہ کررہا ہے، بلکہ اس عمل یا حال پر رہنے دینے کے علاوہ دعا بھی فرمائی اور اسی پاکیزہ مدح کو اچھا بھی سمجھا، اور یہاں پر دعا لفظ نہی سے وارد ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو گرنے سے بچائے، اور یقیناً امام ابوالفتح ابن سید الناس (متوفی ۷۳۴ھ) نے

ایک کتاب '' منح المدح '' کے نام سے تصنیف فرمائی ہے جسمیں انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے اُن حضرات کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کی ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کے وصال باکمال پر) مرثیے کہے اور آپ رحمہ اللہ نے اس کتاب میں حروف معجم کی ترتیب سے (۱۹۰) صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہمین اجمعین کا تذکرہ کیا ہے، اور اُن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اور

مذکورہ نظم کو بھی ذکر کیا ہے جس میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میلاد شریف کو بطور خلاصہ ایسے اشعار میں بیان کیا ہے جس کی آپ سے قبل کوئی نظیر نہیں ملتی۔ آپ پر اللہ جلّ جلالہ کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ خیر النّاس صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی برکت سے اُن کے انفاس شریفہ کو معطر فرمائے۔

اسکے علاوہ جو کتابیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یادِ ولادت باسعادت میں لکھی ہوئی ہیں خواہ نظماً ہوں یا نثراً درحقیقت ان ہی امور کے اردگرد گھومتی جنہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ کسی مصنف نے اس کیساتھ سیرت نبوی اور شمائل محمدیہ وغیرھا علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام کا اضافہ کیا ہے کسی نے تفصیل زیادہ دی ہے کسی نے کم۔

(تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی)

وصلى الله وسلم وبارك على سيدنا محمد وآلِه وأصحابه والحمد لله في البدء والختام

محمد ذاكر الله النقشبندى الأفغانى كتبه بين المنطقة التى تقع بين الركن الشامى والركن اليمانى بفاصلة ١٩ أقدام من الكعبة المشرفة المكرمة

ليلة الاثنين ٤ رجب الخير ١٤٢٦ الهجرى القمرى المطابق

٢٠٠٥/٨/٨

محفل میلاد منانا جائز ہے

شیخ احمد عبد العزیز المبارک

چیف جسٹس عدالت شرعیہ، متحدہ عرب امارات

کا

فیصلہ کن فتویٰ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر جمع ہونے کے بارے میں مجھ سے مسئلہ پوچھا گیا ان اجتماعات کے موقع پر مساجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، واقعاتِ غزوات بیان کئے جاتے ہیں اور اکثر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں قصیدے پڑھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے اجتماعات کو جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس خوشی اور مسّرت کا اظہار ہوتا ہے نیز ان کی مبارک زندگی اور غزوات کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کیلئے ان کو بیان کیا جاتا ہے اور آپ کی سیرت واخلاق سے لوگوں کو رغبت دلانے کیلئے اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے ان کا نعقاد عمل میں آتا ہے ایک مباح (جائز) عمل قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ (بعض کو) یہ مرغوب نہ ہو کیونکہ اس تقریب نے لوگوں کے کردار بنانے اور جذبات (محبت رسول) اُبھارنے میں بڑا تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ اگر وہ تقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور صحابہ کے زمانے میں نہ منائی گئی ہو تو اِس کو ناپسندیدہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ بدعت یا تو قابلِ مُذمّت ہے یا مستحسن یا جائز ''بخاری'' اور ''موطا'' میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تراویح کے لئے جمع فرمایا اور فرمایا نعمت البدعتہ ھذہ۔ یہ بدعت اچھی ہے۔ فتح الباری میں اس کی شرح میں لکھا ہے کہ: ''بدعت کی اصل یہ ہے کہ سابق میں اس کی مثال نہ ہو اور اگر اس کو سنّت کے مقابل عمل قرار دیا جائے تو وہ قابلِ مُذمّت ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اس عمل کو شرع میں اگر مستحسن قرار دیا جائے تو وہ اچھی ہے یعنی بدعت حَسَنہ ہے'' اگر اس کو شرع میں بُرا عمل قرار دیا جائے تو وہ بُری ہے ورنہ وہ مباح

ہے اور وہ احکام خمسہ میں ایک ہے'' اور اسی میں ایک حدیث کہ'' بیشک سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور کاموں میں بُرے کام وہ ہیں جو بعد میں نکالے گئے ہوں'' کے ذیل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ: بدعت دو قسم کی ہے، ایک محمود (اچھی) دوسری مذموم (بُری)، جو سنت کے موافق ہو وہ محمود اور جو اس کے مخالف ہو وہ مذموم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول ہے جو بیہقی نے اپنے مناقب میں نقل کیا ہے کہ: بدعتیں دو قسم کی ہیں، ایک جو کتاب وسنّت، اثر اور اجماع اُمّت کے خلاف ہو وہ گمراہ بدعت ہے جو خیر کے لئے نکالی گئی ہو اور ان کے خلاف نہ ہو وہ قابل قبول بدعت ہے۔ بعض علماء نے بدعت کو اعمال خمسہ میں شمار کیا ہے وہ واضح ہے۔

الباجی (مالکی) منتقیٰ میں فرماتے ہیں کہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے صراحت ہے کہ انہوں نے رمضان کے قیام کو ایک امام کے تابع کیا اور مساجد میں اس کو قائم کیا حالانکہ بدعت وہ ہے جس کی بدعت نکالنے والا ابتدا کرے اور اس سے قبل کسی نے ایسا نہ کیا تھا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بدعت کو جاری کیا اور صحابہ کرام نے اس کی اتباع کی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ عمل صحت پر مبنی تھا''

شہاب الدین قرافی نے ''کتاب الفروق'' میں لکھا ہے کہ: بدعت احکام خمسہ میں شامل ہے یہ قسمیں شرع کی قسمیں ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح انہوں نے اس کو طوالت سے فرق چانی (۲۵۰) میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ بات ''فتح الباری'' سے اوپر نقل کردہ تحریر کے مانند ہے۔

بعض مالکی فقہاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن روزہ رکھنے کو عید کی مشابہت میں مکروہ قرار دیا ہے یعنی جیسے عید کے دن روزہ رکھنا درست نہیں ویسا ہی ولادت باسعادت کے دن بھی روزہ رکھنا درست نہیں کیونکہ وہ دن عید کے مانند ہے (مترجم) ان کی رائے میں اس دن خوشی اور فرحت کا اظہار شرع کے لحاظ سے درست ہے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔

''مواہب جلیل علیٰ مختصر خلیل'' میں عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن المعروف بہ خطاب مالکی (متوفی ۹۵۴ھ) نے لکھا ہے کہ: شیخ ذروق ''شرح قرطبہ'' میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن روزہ رکھنے کو ایسے لوگوں نے جو ان کے زمانے کے قُرب اور تقویٰ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے مکروہ قرار دیا ہے چونکہ وہ مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید کا دن ہے چاہیئے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں اور ہمارے شیخ قوری اس کا کثرت سے ذکر کیا کرتے اور اس کو اچھا سمجھتے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن عباد نے اپنے ''رسائل کبریٰ'' میں بیان کیا ہے کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید ہے اور تقاریب میں سے ایک تقریب ہے اور وہ چیز جو فرحت و سرور کا باعث ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن مباح (جائز) ہے مثلاً روشنی کرنا، اچھا لباس پہننا، جانوروں کی سواری کرنا اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ ان امور کے بدعت ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ کفر و ظلمات اور خرافات وغیرہ ظاہر ہونے کا خوف ہو اور یہ دعویٰ کرنا کہ عیدِ میلاد اہلِ ایمان کی مشروع تقریبوں میں نہیں ہے مناسب نہیں اور اس کو ''نوروز'' و ''مہرجان'' سے ملانا ایک ایسا امر ہے جو سلیم الطبع انسان کو مُنحَرف

کرنے کے برابر ہے۔ عرصہ قبل میں ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن سمندر کے ساحل کی طرف نکلا۔ وہاں میں نے الحاج ابن عاشر کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ پایا۔ وہاں ان میں سے بعضوں نے کھانے کے لئے مختلف قسم کی چیزیں نکالیں اور مجھے بھی اس میں بلایا۔ میں اس روز روزہ سے تھا اس لئے میں نے کہا ''میں روزہ سے ہوں'' ابن عاشر نے میری طرف ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور کہا اس کا مطلب ہے۔ آج خوشی اور مسرت کا دن ہے اس میں روزہ رکھنا ایسا ہی ناپسندہ ہے جیسا کہ عید کے دن۔ میں نے ان کے کلام پر غور کیا اور میں نے اس کو حق پایا۔ گویا کہ میں سو رہا تھا پس انہوں نے بیدار کر دیا۔ ''حاشیہ سحنون'' میں ابن عباد کے کلام ''اور لیکن تاج الفاکھانی کا یہ اِدّعا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تقریب منانا مذموم بدعت ہے'' یہاں تک کہ انہوں نے اس پر ایک رسالہ بھی لکھ دیا۔ صحیح نہیں ہے ان کے اس بیان پر زین العراقی اور علامہ سیوطی نے اعتراض کیا ہے اور لکھ دیا ہے کہ مالکی فقیہوں میں اکثر نے ابن عباد ابن عاشر، زروق اور سحنون کا مسلک اختیار کیا ہے۔ ان میں قابل ذکر محمد البانی نے ''حاشیۂ زرقانی'' پر اور الدسوقی نے ''حاشیہ شرح الکبیر'' مؤلفہ دردیر پر اور صاوی نے اپنے حاشیہ ''شرح صغیر'' پر اور محمد علیش نے اپنی ''شرح خلیل'' پر اور برہان الدین حلبی نے اپنی ''سیرت حلبیہ'' میں (ایسا ہی) بیان کیا ہے۔

ابن حجر الہیثمی نے لکھا ہے: جس کا حاصل یہ ہے کہ: بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب متفق ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تقریب منانا اور اس میں جمع ہونا ایسا ہی ہے یعنی بدعت حَسَنہ ہے۔ اسی وجہ سے

امام ابوشامہ فرماتے ہیں کہ: کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جس نے ہمارے زمانے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن
صدقات دینے، اچھے کام کرنے اور زینت اختیار کرنے اور مسرت کا اظہار کرنے کا طریقہ اپنایا۔ اس میں غریبوں کی مدد کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بھی اظہار ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمت للعٰلمین بنا کر بھیجا۔

علامہ سخاوی نے فرمایا کہ: ''عید میلاد'' کو اسلاف میں سے کسی نے تین قرن (یعنی یہ زمانہ رسالت مآب وصحابہ وتابعین) میں نہیں منایا بلکہ اس کے بعد اس کا سلسلہ جاری ہوا۔ لیکن اس کے بعد برابر تمام ملکوں اور شہروں میں اہلِ اسلام عیدِ میلاد مناتے رہے ہیں۔ اس رات میں لوگ مختلف صدقات دیتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے واقعات سُناتے ہیں جس کے برکات عامہ ان پر ظاہر ہوتے آئے ہیں۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ: عید میلاد کی تقریب منانا سال بھر امان میں رکھتا ہے۔ اور بہت جلد مقصد حاصل ہونے اور اس میں کامیاب ہانے کی بشارت دیتا ہے اسی طرح ابن حجر الھیتمی کے ''نوازل حدیثیہ'' میں اس کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے انہوں نے اپنے مضمون میں جواباً کہا ہے کہ ''عید میلاد کا اجتماع اگر خیر وشر پر مشتمل ہو تو اس کا چھوڑنا واجب ہے کیونکہ فساد کا روکنا اچھائیوں کے حاصل کرنے سے بہتر ہے خیر یہ ہے کہ صدقہ دیا جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے اور برائی یہ ہے کہ عورتیں اور مرد باہم خلط ہو جائیں لیکن اگر یہ تقریب اس برائی سے پاک ہے اور وہ صرف

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر درود و سلام اور اسی قسم کی باتوں پر مشتمل ہے تو وہ سنت ہے پھر انہوں نے دو حدیثوں سے استدلال کیا ہے جس میں ایک انہوں نے ''نوازل'' میں بیان کی ہے کہ ''جب قوم اللہ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے تو ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں ان کا ذکر کرتا ہے'' جیسا کہ ''صحیح مسلم'' میں ہے اور دوسری حدیث بھی اس کی مثل بیان کی ہے پھر فرمایا کہ: ان دونوں حدیثوں سے خیر کے لئے جمع ہونے اور بیٹھنے کی فضیلت ظاہر ہے۔

ہم نے حافظ ابن حجر کی کتاب ''فتح'' سے اور انہوں نے امام شافعی سے اور ابو نعیم اور بیہقی کے طریقے سے نقل کیا ہے اور ہم نے باجی سے اور انہوں نے ''فروق القرافی'' سے نقل کیا ہے اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث ہم نے پیش کی ہے اس پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ بدعت کا مدار اس میں ہونے والے اچھے اور برے اُمور پر مُنحصر ہے اگر وہ اچھے ہیں تو وہ پسندیدہ ہیں اور اگر وہ بُرے ہیں تو قابلِ مذمّت۔

اور ایسا ہی مالکی فقہاء اور شافعی فقہاء مثلاً زین العراقی، علامہ سیوطی، ابن حجر الھیتمی، علامہ سخاوی، پھر ابن جوزی، حنبلیوں میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تقریب منانے اور اس میں جمع ہونے کو بہتر عمل قرار دیتے ہیں لیکن جو لوگ اس میں غلو کرتے ہیں اور اس کو نصرانیوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی تقریب کے مشابہہ قرار دیتے ہیں۔ وہ قیاس مع الفارق کرتے ہیں (اور غلط مثال دیتے ہیں) کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا یوم (نعوذ باللہ) ان کے خدا ہونے یا خدا کا بیٹا ہونے یا تیسرا خدا ہونے کے لحاظ

سے منایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''بیشک کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں تیسرا ہے'' اللہ تعالیٰ وہ جو کچھ کہتے ہیں اس سے اعلیٰ وارفع ہے۔ لیکن مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی مناتے ہیں اور مُسرّت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ کے بندے ہونے سے آپ کے لئے شرف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ''پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو رات کے تھوڑے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے، پس آپ ایسے بشر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی اور رسالت سے مشرف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں میں افضل بنایا۔ اور آپ کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جو کسی اور کو نہیں دیا گیا۔

''جامع ترمذی'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں تمام لوگوں میں قیامت میں سب سے پہلے اٹھایا جاؤں گا، میں ان کا قائد ہوں جب وہ جمع ہونگے، میں ان کا خطیب ہوں جب وہ خاموش رہیں گے، میں ان کا شفیع ہوں جب وہ گرفتار ہوں گے، اور میں ان کو خوشخبری سنانے والا ہوں جب وہ مایوس ہونگے۔ بزرگی اور (جنت) کنجیاں میرے ہاتھ میں ہونگی، اور لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اللہ کے پاس تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ بزرگ ہوں مگر مجھے اس پر فخر نہیں''

دوسری حدیث جس کو ابن اسحاق نے اپنی ''سیرت'' میں دو فرشتوں کے شقِ صدر کرنے کے واقعہ میں بیان کیا ہے۔ کہ ان میں سے ایک نے اپنے

ساتھی سے کہا۔ان کو وزن کرو ان کی اُمّت کے دس (۱۰) آدمیوں سے، پس انہوں نے میرا وزن کیا اور میں ان سب سے زیادہ وزنی نکلا، پھر کہا سَو (۱۰۰) کے ساتھ وزن کرو، میرا وزن کیا گیا اور میں ان سب سے زیادہ وزنی ہوا۔پھر کہا گیا ان کی اُمّت کے ہزار آدمیوں سے وزن کرو۔میرا وزن کیا گیا اور میں ان سے بھی زیادہ وزن دار رہا۔پھر انہی فرشتوں نے کہا ان کو چھوڑ دے اگر ان کا وزن ساری اُمّت سے بھی کیا جائے تو وہی زیادہ نکلیں گے۔"سیرت ابن ہشام" میں بھی ایسا ہی ہے۔پس بے شک وہ بشر ہیں مگر سارے انسانوں میں افضل ترین۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام عالموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے تا کہ لوگوں کو اللہ کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں اور عزت والے اور حمد کے قابل پروردگار کے راستے کی طرف بلائیں۔

مساجد میں درس کیلئے جمع ہونا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے مسلمانوں میں کوئی جدید بات نہیں ہے۔اس پر سینکڑوں سال سے مالکی اور دیگر فقہا نے عمل کیا ہے۔اور اس کے بارے میں کافی لکھا ہے اور ہم نے اس کے بارے میں دلیلیں بیان کی ہیں لہذا اب اس مسئلے میں کوئی اعتراض باقی نہیں رہا خصوصاً جبکہ ہمارے شہروں (متحدہ عرب امارات) میں مسجدوں میں اجتماعات ہوتے ہیں اور وہاں عورتوں کو داخلے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

اگر چہ بعض مقامات پر اس خوشی میں کھیل کود کے مظاہرے بھی ہوتے ہیں۔لیکن اگر اس میں حرام اور خلاف شرع امر نہ ہوں تو وہ مباح ہیں جیسا کہ حبشیوں نے مسجد نبوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے جس کی "صحیح مسلم" وغیرہ میں تصریح موجود ہے۔اگر ان کھیلوں میں حرام اور خلاف

شرع حرکتیں مل جائیں تو وہ ناجائز اور حرام ہیں۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض مقامات پر ہوتا ہے۔ ایسا ہی ہیثمی نے ذکر کیا ہے۔

بہتر یہی ہے کہ اس اجتماعات کو مساجد تک ہی محدود رکھیں تا کہ منکرات کا دروازہ نہ کھلنے پائے۔ بعض جرائد واخبارات نے لکھا ہے کہ (عرب ممالک میں) بعض ہوٹل اس موقع پر استحصال کرتے ہیں اور ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی محفل منکرات کے ساتھ منانا مسلمانوں کی پیشانی پر کلنک کا داغ ہے۔ اور اس میں عجیب وغریب خرافات رقص وسرور کی محفلیں منعقد کرنا یہ سب فساد پر مشتمل ہے میں شدت کے ساتھ اس کو روکنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اور میں (تمام مسلمانوں سے) درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایسے عمل بند کردیں اور ایسے لوگوں کا محاسبہ کریں جو کھلم کھلا منکرات پر عمل کررہے ہیں اور ارض اسلام میں اسلام کے معاملات میں مکر سے کام لے رہے ہیں۔

ماہنامہ منار الاسلام جمادی الآخرہ ۱۴۰۱ھ اپریل مئی 1981 روزنامہ جنگ
دسمبر 1981ء

مترجم: مولوی محمد حمید الدین حسامی عاقل